ڈرامہ

غالبِ بیچا

یہ دلچسپ ڈرامہ مختلف کالجوں اور سماجی اداروں
کی جانب سے نہایت کامیابی کے ساتھ اسٹیج
کیا جا چکا ہے

اطہر افسر

PDF By :

Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell Number : +92 307 2128068

Facebook Group Link :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/

قیمت

تین روپیہ

ناشر
نسیم انہونوی
نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ
ٹیلیفون } آفس : ۲۴۵۵۹
رہائش : ۲۵۳۳۴

باہتمام عزیز الرحمن نظامی پریس لکھنؤ میں چھپ کر شائع ہوا
(بار اول دسمبر ۱۹۷۵ء)

ڈرامہ "غالب چچا" پانچ ایکٹ میں

پہلا ایکٹ :- مرزا غالب کے مکان کا زنانہ حصّہ

دوسرا ایکٹ :- مرزا غالب کے مکان کے باہر کے دروازے کے اوپر کا چھوٹا سا حجرہ جس کے دونوں جانب دو کوٹھریاں بنی ہیں۔

تیسرا ایکٹ :- نواب ضیاء الدین احمد خاں رخشاں کے مکان کا وسیع دالان

چوتھا ایکٹ :- مرزا غالب کے مکان کا مردانہ حصّہ

پانچواں ایکٹ :- مرزا غالب کے مکان کے مردانہ حصّے کا ایک گوشہ

دوران ــــ ڈھائی گھنٹے

ایک ایک ایکٹ بھی الگ الگ اسٹیج کیا جاسکتا ہے

پیاری "عزیز" کے نام

اظہر افسر

ڈرامے کے افراد:-

مرزا غالب

امراؤ بیگم (بیگم غالب)

نواب ضیاء الدّین احمد خاں (شاگرد)

نواب ذوالفقار علی خاں (دوست)

میر مہدی مجروح (شاگرد)

منشی نبی بخش حقیر (شاگرد)

حافظ نذیر علی (ملاقاتی)

حکیم میر اشرف علی (شاگرد کا دوست)

سیّد نصیر الدین (ملاقاتی)

منشی احمد حسین (ملاقاتی)

میر محمود خاں (حکیم)

احسن اللہ خاں (حکیم)

فیض الحسن (کوتوال)

چاندنی (محبوبہ)

کلیان (۲) نیاز علی (نوکر)

پسِ منظر

موسیقار

مغنیہ

ایکٹ ۳

میں مشاعرہ کے افراد

مرزا غالب
شیخ محمد ابراہیم ذوق
حکیم مومن خاں مومن
مفتی صدرالدین آزردہ
ضیاء الدین احمد خاں رخشاں
حکیم آغا جان عیش
نواب مصطفٰے خاں شیفتہ
نواب فتح الملک مرزا فخرو، اختر
مرزا علی بیگ نازنین
حافظ ویران
شاہی خواص
مصاحبین - برقندازو وغیرہ

ڈرامے میں حصّہ لینے والے افراد

مرزا غالب :- **پہلے ایکٹ میں**

عمر ۳۵ سال، کشیدہ قامت، چوڑا چکلا جسم، داڑھی صفا باریک مونچھیں جنھیں تاؤ دے کر کسی قدر موڑ لیا ہے۔ بڑی بڑی غلافی آنکھیں، سرخ و سفید رنگ، گردن پر لمبے لمبے پٹھے، سر پر ایک پلے کی ہلکی سی ململ کی ٹوپی جس پر کشیدہ کاری کا کام کیا ہوا ہے سفید ایک برکا پاجامہ، تنزیب کا انگرکھا اور پیروں میں قدیم طرز کی گھیتلی جوتی۔

دوسرے ایکٹ میں :-

عمر ۴۵ سال، وہی کشیدہ قامت، چوڑا چکلا جسم، لیکن ہلکی ہلکی داڑھی ہے، چمپئی رنگ، سفید پاجامہ، کاسنی رنگ کے انگرکھے پر چوگوشیہ ٹوپی پہنے ہیں، پیروں میں گھیتلی جوتی ہے

تیسرے ایکٹ میں :-

عمر ۵۵ سال، وہی ڈیل ڈول، بھری بھری تل چاولی داڑھی لیکن گھنی نہیں، سفید ایک برکا پاجامہ، سفید نقشی ململ کا انگرکھا جس پر زرد زمین کے جامہ دار کا قیمتی چغہ، سر پر لمبی سیاہ پوستین کی ٹوپی ہے جو کلاہِ پاپاخ سے ملتی ہے۔

چوتھے ایکٹ میں :-

وہی قد و قامت، داڑھی سفید بھک، کسی قدر کمزور نظر آتے

آتے ہیں۔ سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوگئے ہیں، زردی مائل نقشی ململ کا انگرکھا، سفید ایک بَر کا پاجامہ، عمر ۶۵ سال۔

پانچویں ایکٹ میں:۔

سفید بھک ڈاڑھی، ہلکے کاسنی رنگ کے غلطے کا پاجامہ سفید نقشی ململ کا لمبی آستینوں والا کُرتہ جس پر بیل بوٹے بنے ہیں، ننگے سر، سر منڈھا ہوا ہے، بہت ہلکے ہلکے بال ہیں جو سفید ہیں، عمر ۷۳ سال۔

اُمراؤ بیگم (بیگم غالب)

عمر ۳۰ سال، گورا رنگ، نازک نقش، نہایت سفید غلطے کا تنگ مُہریوں کا پاجامہ، لمبی آستینوں والا لپٹا ہوا اشفقانی کا کرتہ، جامنی مخمل کی صدری اور دھانی دوپٹہ۔

نواب ضیاء الدین احمد خاں

عمر کوئی چالیس سال، چھوٹا قد، بہت گورا رنگ، نازک نازک نقشہ، غلافی آنکھیں، چگی ڈاڑھی، چھریرا بدن، ایک بر کا پاجامہ سفید سفید ہی انگرکھا، قالب چڑھی ہوئی چوگوشیہ ٹوپی۔

حکیم آغا جان عیش

خشگفتہ صورت، عجب دیکھو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسکرا رہے ہیں، میانہ قد، خوش اندام، سر پر ایک انگل سفید بال، ایسی ہی ڈاڑھی، گوری سرخ وسفید رنگت، مہین ململ کا کرتہ اور سفید ہی ایک بر کا پاجامہ، سفید انگرکھا، ایسا معلوم ہوتا ہے چنبیلی کا ڈھیر پڑا ہنس رہا ہے، عمر ۵۵ سال۔

مرزا علی بیگ نازنین :-

عمر ۲۰ سال، ڈبلے پتلے چھریرا بدن، کسرتی جسم، نازک نازک ناک نقشہ، گورا رنگ، ڈاڑھی مونچھ سب صفاچٹ، سفید ایک بر کا پاجامہ، زنگین پھولوں کا انگرکھا، دوپلڑی ٹوپی، نرت خوب کرتے ہیں آواز پاٹ دار ہے۔

حافظ غلام رسول ویران :-

عمر ۴۰ سال۔ نابینا ہیں، سفید ململ کا کرتہ، تنگ مہریوں کا پاجامہ، سر پر کشیدہ جالی کی کلف زدہ ٹوپی۔

نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ :-

عمر ۴۰ سال، رنگ گہرا سانولا ہے مگر خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ سیاہ گول داڑھی، جسم کسی قدر بھاری، قد متوسط، تنگ مہری کا زنگین پاجامہ، سفید کرتہ، نیچی چولی کا انگرکھا اور قبہ نما پنج گوشہ ٹوپی

فتح الملک مرزا فخرو :-

عمر ۴۰، ۴۱ سال کے لگ بھگ، کھلا گیہواں رنگ، ڈاڑھی سیاہ، لمبی گردن، پتلی اونچی ناک، کتابی چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں بڑا دہانہ، اونچا چوکا، آنکھوں کے نیچے کی ہڈیاں ابھری ہوئی، سبز کمخواب کا پاجامہ، سفید ڈھاکے کی ململ کا کرتہ، جامہ وار کی خفتان اور کارچوبی چوگوشیہ ٹوپی۔

"چاندنی" :-

عمر ۲۵ سال، نہایت خوبصورت عورت، زرد رنگ کا لمبی آستینوں والا کرتہ، سرخ گلبدن کا پاجامہ، کالے مخمل کی صدری اور دھانی

دوپٹہ، تنشفتان کا گھیر دار کرتہ دوپٹہ کے اندر سے صاف نظر آرہا ہے۔ خوب گاتی ہے، بولتی ہے تو دل کھنچا چلا جاتا ہے۔

مفتی صدرالدین آزردہ

عمر کوئی ۵۶، ۵۷ سال، گداز جسم، سانولا رنگ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں ذرا اندر کو دھنسی ہوئی، بھری ہوئی ڈاڑھی، لبیں کتری ہوئی۔ ایک برکا سفید پاجامہ، سفید انگرکھا، سفید کلف زدہ صافہ، پیر دل میں آدھی چھٹانک والی سلیم شاہی۔

تیسرے ایکٹ میں سب کچھ وہی مگر سر پر عمامہ ہے اور انگرکھے پر چھوٹے چھوٹے پھولوں کا چغہ۔

شیخ ابراہیم ذوق :۔

عمر ۵۰ سال، اوسط قد و قامت، رنگ سانولا، چہرے پر کثرت سے چیچک کے داغ ہیں مگر ایسے کہ برے نہیں معلوم ہوتے، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن ہیں، سفید رنگ بھری کا پاجامہ، نفیس کرتہ، سفید انگرکھا، زریں عمامہ اور کارچوبی کام کیا ہوا چغہ

حکیم مومن خاں مومن :۔

عمر ۴۸ سال، کشیدہ قامت، سرخ و سفید رنگ، روشن آنکھیں، کھنچی ہوئی بھنویں، لمبی ستواں ناک، پتلے پتلے ہونٹ، ہونٹوں پر پان کا لاکھا جما ہوا، ہلکی ہلکی مونچھیں، خوبصورت داڑھی، سر پر گھونگریالے بال، کاکل کچھ پیچھے، کچھ کندھوں پر پڑے ہیں، بدن پر شربتی ململ کا نیچی چولی کا انگرکھا، سرخ گلبدن کا پاجامہ، ہریوں پر سے تنگ اوپر کو ڈھیلا، گلے میں سیاہ رنگ کا فیتہ جس میں سنہری تعویذ بندھا ہے، ایک

کا کریزی رنگ کے دوپٹہ کو کمر کے گرد لپیٹ لیا ہے جس کے دونوں کونے سامنے پڑے ہیں، انگرکھے کی آستین پلٹ کر چڑھا لی ہے، سر پر گلشن دو پلڑی ٹوپی جس کے کناروں پر باریک لیس ہے، پتلی کمر، چوڑا سینہ۔

نواب ذوالفقار علی خاں آذر :-

عمر چالیس سال، گورا رنگ، سیاہ بھری بھری ڈاڑھی، سفید ململ کا کرتہ، سفید ایک بر کا پاجامہ، صورت سے پتہ چلتا ہے کہ نہایت عیش کے دن گزار چکے ہیں، مگر جب ایکٹ ۴ میں مرزا غالب سے ملنے آتے ہیں تو نہایت معمولی قسم کا چھینٹ کا فرغل پہنے ہیں، ایکٹ ۲ میں عمدہ لباس ہے۔

میر مہدی مجروح :-

لمبا قد، چھریرا بدن، گورا سرخ و سفید رنگ، کندھوں کے پاس سے کسی قدر جھکے ہوئے، جسم پر سفید ایک بر کا پاجامہ، کتھئی رنگ کا انگرکھا، ایک رومال کندھوں پر سموسہ بنا کر ڈالا ہے جس کے دونوں کنارے سامنے لٹکے ہوئے ہیں، سر پر بنفشئی رنگ کے مخمل کی گول ٹوپی ہے، مونچھیں صاف ہیں، سیاہ چھدری ڈاڑھی ہے، عمر کوئی چالیس کے لگ بھگ۔

منشی نبی بخش حقیر

عمر ۴۵ سال، اونچے پورے، نیلگوں کرتہ، تنگ مہری کا ایک بر کا پاجامہ، جامہ دار کی صدری، پیروں میں سلیم شاہی۔

حافظ نذیر علی :-

عمر ۳۵ سال، نابینا ہیں، سفید ململ کا کرتہ، سفید پاجامہ، ہلکی نیلی صدری

ہلکی ہلکی داڑھی، سر پر سفید دو پلڑی ٹوپی، پیروں میں پرانی گھیتلی جوتی، سیاہ فام ہیں۔ آواز بہت عمدہ ہے۔

حکیم میر اشرف علی :-

عمر ۲۵ سال، گورا رنگ، ہلکی ہلکی داڑھی، سفید تنگ مُہری کا پاجامہ، سفید انگرکھا، سفید ہی تالب چڑھی ہوئی ٹوپی، پیروں میں سلیم شاہی۔

سیّد نصیر الدّین :-

عمر ۲۵ سال، گیہواں رنگ، سیاہ داڑھی، رنگین تنگ مُہری کا پاجامہ، آسمانی رنگ کا انگرکھا، پیروں میں سلیم شاہی۔

منشی احمد حسین :-

عمر ۳۰ سال، سانولا رنگ، بھری بھری داڑھی، لمبا قد، سفید پاجامہ، سفید ہی نیچی چولی کا انگرکھا، پیروں میں سلیم شاہی۔

حکیم محمود خاں :-

گورا چٹا رنگ، عمر ۵۰ سال، کتابی چہرہ، تل چاولی داڑھی، سفید انگرکھا، سفید ایک بر کا پاجامہ، تالب پر چڑھی ہوئی ٹوپی، پیروں میں سلیم شاہی نہایت عمدہ۔

حکیم احسن اللہ خاں :-

عمر ۵۰ سال، سرخ و سفید رنگ، بھری ہوئی داڑھی، گول چہرہ جس پر کچھ کچھ چیچک کے داغ ہیں، آنکھوں سے ذہانت ٹپکی پڑتی ہے، سر سے پاؤں تک سفید لباس، سفید تنگ مہری کا پاجامہ، سفید انگرکھا کمر میں اطلس کا پٹکا، سفید نقشی ٹوپی، پیروں میں

زم کفش پا۔ بائیں ہاتھ میں بہت بڑے سبز نگ کی انگوٹھی۔

فیض الحسن کوتوال :-

عمر ۴۰ سال، سُرخی مائل رنگ، لحیم شحیم، گھنی سیاہ داڑھی، گٹھا جسم، سرکاری وردی، تنگ مُہری کا پاجامہ، گھیرے دار سبز انگرکھا، گہرا سبز پٹکا،

مُلا زمین

کلیان :-

کسی قدر بھرا بھرا جسم، اوسط قد، معمولی کپڑے کا سفید پاجامہ، تُکموں والا انگرکھا، نیچے کو بہت پھیلا ہوا، سر پر ململ کی نقشی ٹوپی جس سے سفید بال نظر آ رہے ہیں، پاؤں میں پُرانی سلیم شاہی گلے میں ریشموں کا مالا، عمر ہر دو میں یکساں نظر آتی ہے۔ داڑھی مونچھ صفاچٹ۔

نیاز علی :-

عمر ۳۰ سال، دُبلا پتلا لمبا قد، معمولی کپڑے کا تنگ مُہری کا پاجامہ، تکموں والے کرتے پر موٹے کپڑے کی صدری پہنے ہے، پیروں میں پرانی سلیم شاہی ہے، داڑھی مونچھ صفاچٹ۔

شاہی خواصی :-

عمر کوئی تینتیس سال، لمبا قد، مضبوط جسم، کھڑکی دار پگڑی، سبز انگرکھا گھیرے دار، ہاتھ میں چاندی کا عصا، سیاہ داڑھی خوب اچھی طرح کنگھی کی ہوئی۔

برقنداز

سر پر کھڑکی دار پگڑی، سبز انگرکھا گھیرے دار، زرد نیم آستین، تنگ مہری کے موٹے پاجامے، موٹے کفش پا۔ عمر ۳۰ اور ۳۵ کے درمیان (چاروں برقندازوں کا یہی حلیہ ہے۔)

ایکٹ (۱)

منظر

(مرزا غالب کے مکان کا زنانہ حصہ، قدیم طرز کا وسیع دالان، داہنی جانب تخت پر سفید چاندنی کا فرش، جس پر وسط میں امراؤ بیگم نماز پڑھ رہی ہے پردہ اُٹھتا ہے تو مرزا غالب (مرزا غالب اور امراؤ بیگم کے "میک اپ" کے لئے تفصیل ابتدائی صفحات میں درج ہے) بائیں ونگ سے آہستہ آہستہ داخل ہوتے ہیں)

(امراؤ بیگم دُعا ختم کر کے مرزا غالب کی طرف دیکھتی ہے۔)

غالب (اِدھر اُدھر دیکھ کر) تم نے اچھے خاصے گھر کو خانۂ خدا بنا لیا ہے، ایک طرف مُصلّٰی دوسری طرف وضو کا لوٹا، محل سرا فتح پوری مسجد سے کیا کم ہے۔

امراؤ۔ (سر و ٹھوڑی سے دوپٹہ الگ کر کے جائے نماز اُلٹ دیتی ہوئی) ہونے دیجئے آپ کو ان باتوں سے مطلب (پھر دوپٹہ ٹھیک کرتی ہے) حکیم غلام اللہ خاں کا آدمی آیا تھا۔

غالب۔ ایک طرف تخت پر بیٹھ جاتے ہیں) تو کہلوا دیا ہوتا ہم گھر دیکھ رہے ہیں آٹھ دس دن میں منتقل ہو جائیں گے . . . .، اُن کا کہنا بھی درست ہے، حویلی انھوں نے خریدی ہے تو اپنی مرضی سے ردّ و بدل بھی کریں گے ـــ، خیر یہ بتاؤ صبح والا مکان کیا ہے، میں نے مردانہ حصہ تو دیکھ لیا ہے، وہ مجھے پسند ہے، باقی مکان کی بابت تمھاری

کیا راۓ ہے۔

امراؤ۔ مکان تو خاصا ہے ..... لیکن ......

غالب۔ لیکن ——؟

امراؤ۔ سُنا ہے اس مکان میں کوئی بلا ہے۔

غالب۔ بلا۔ (ہنستے ہیں) تم سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی اور بلا ہو گی؟

امراؤ:۔ میں بلا تھی تو کیوں مول لی اپنے سر؟

غالب:۔ کوئی ہنسی خوشی مول لی ہے۔

امراؤ:۔ آپ کو گھر بار سے اور خانگی کاروبار سے کبھی لگاؤ نہیں رہا۔

غالب:۔ کیوں نہیں رہا —— ضرور رہا ہے۔

امراؤ:۔ پچھلے جاڑوں میں آپ نے کیا کہا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

غالب:۔ کیا کہا تھا؟

امراؤ:۔ ایک دن طوطے کے پنجرے پر آپ کی نظر پڑ گئی، وہ بے چارہ سردی کے سبب پروں میں منہ چھپائے بیٹھا تھا، آپ قریب گئے اور کہنے لگے میاں مٹھو تمھارے جورو نہ بچے تم کس فکر میں سر جھکائے بیٹھے ہو۔

غالب:۔ (ہنستے ہیں) ٹھیک ہی تو کہا تھا —— یہ دیکھو (انگرکھے کی جیب سے ایک کاغذ نکالتے ہیں) میرے شاگرد امراؤ سنگھ کی دوسری بی بی بھی سدھار گئی۔

امراؤ:۔ جودھا بائی مر گئی ——؟

غالب:۔ ہاں۔

امراؤ۔ بُرا ہوا اس کے ننھے ننھے بچے ہیں۔

غالب:۔ تین بچے ہیں، بھائی جواہر سنگھ لکھتا ہے، بچوں کی پرورش کس

طرح ہو، اب وہ ان ننھے ننھے بچوں کی خاطر تیسری شادی نہ کرے تو کیا کرے

اُمراؤ:۔ امراؤ سنگھ کے حال پر رحم آتا ہے۔

غالب:۔ اس کے حال پر رحم اور اپنے واسطے .... (رک جاتے ہیں پھر تخت سے اٹھ کر ٹہلنے لگتے ہیں) اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو دو بار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں، اور ایک ہم ہیں کہ برسوں سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے نہ ٹوٹتا ہے نہ دَم ہی نکلتا ہے، امراؤ سنگھ کو کون سمجھائے کہ بھائی تیرے بچوں کو میں پال لوں گا، تو کیوں تیسری بلا میں پھنستا ہے۔ مگر نہیں، نہیں مانے گا۔

امراؤ:۔ آپ نے پیروں میں کیوں بیڑیاں ڈال لیں؟

غالب:۔ (ایک لمبا سانس لیتے ہیں) سنو عالم دو ہیں، ایک عالم ارواح ایک عالم آب و گِل، حاکم ان دونوں عالموں کا ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ المُلکُ الیوم، ڈا اور پھر آپ ہی جواب دیتا ہے اللّٰہُ الواحِدُ القَہّار ڈ سن رہی ہو؟

امراؤ:۔ ہاں ہاں سب سُن رہی ہوں۔ شکر ہے آج کسی طرح اس کی یاد تو آئی۔

غالب:۔ (مسکراتے ہیں) ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مُجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں .... ، لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر اس کی سزا دیا کرتے ہیں .... چنانچہ

اُمراؤ:۔ جی۔

غالب:۔ چنانچہ آٹھویں رجب ۱۲۱۳ھ بارہ سو تیرہ ہجری میں، میں روبکاری کے لئے یہاں بھیجا گیا۔ یعنی ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو بدھ کے بدن سُورج

.... نکلنے سے چار گھڑی پہلے آگرہ میں حضرت میرزا عبداللہ بیگ کے گھر ورود ہوا۔

امراؤ :- جی۔

غالب :- اسداللہ خاں نام رکھا گیا، میرزا دولھا کے فرزند کو میرزا نوشہ پکارا گیا، ایبک ترک ہوں، سلجوقی سلاطین سے سلسلۂ نسب ملتا ہے، میرا دادا شاہ عالم کے زمانے میں ماوراء النہر سے دلی آیا تھا، حضرت میرزا دولھا پہلے لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کے نوکر ہوئے پھر حیدرآباد جاکر نواب نظام علی خاں کی فوج میں تین سو سواروں کے سردار ہوئے۔

اُمراؤ :- حیدرآباد بھی گئے تھے ؟

غالب :- ہاں کئی برس رہے، پھر یہ ملازمت جب ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی تو والد نے الور کا قصد کیا اور ریاست الور میں راجہ بختاور سنگھ کے ملازم ہوکر کچھ دنوں بعد ایک لڑائی میں شہید ہوئے

اُمراؤ :- آپ کی کیا عمر رہی ہوگی جب آبا خلد آشیانی سدھارے ہیں ؟

غالب :- میں کوئی پانچ برس کا تھا، آبا کے بعد چچا حضرت نصراللہ بیگ جو جاگیردار اور انگریزی سرکار میں فوج کے رسالدار تھے، بڑی شفقت سے میری پرورش کی۔ چار برس بعد وہ بھی مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے سرکار سے جاگیر کے عوض پنشن مقرر ہوئی اور ننہال میں تربیت پائی یعنی رہ بکاری کے بعد تیرہ برس حوالات میں رہا۔

اُمراؤ :- حوالات ؟

غالب :- اور کیا، تیرہ برس حوالات میں رہا اور ساتویں رجب ۱۲۲۵

بارہ سو چھبیس ہجری کو حکم حبسِ دوام صادر ہوا۔ یعنی نکاح۔ (امراؤ کی طرف اشارہ کرتے ہیں) نواب مرزا الٰہی بخش خاں نے ایک بیڑی پاؤں میں ڈال دی اور شہر دلّی کو زنداں مقرر کر دیا۔

اُمراؤ:۔ تو کیوں حبسِ دوام کی سزا قبول کی نہ کر لے۔

غالب:۔ قبول کی ـــــ وجہ یہ کہ حضرت چچا جان مرزا نصر اللہ بیگ کی جو آرزو تھی،

آرزوئے خانہ آبادی نے ویراں تر کیا
کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

نہ یہ دست گاہ کہ عالم کا میزبان بن جاؤں نہ یہ خوبی کہ سارے عالم کا مہمان کہلاؤں، اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی جس شہر میں، میں رہوں اس شہر میں تو کم سے کم کوئی بھوکا ننگا نہ نظر آئے ـــــ

اُمراؤ:۔ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے .....

غالب:۔ اور خود در بدر بھیک مانگے۔ وہ میں ہوں، اب تو یہ آرزو ہے کہ ایک شطرنجی اور لوٹا کندھے پر ڈالوں، لکڑی ہاتھ میں لوں اور پیادہ پا چل نکلوں، آج یہاں، کل وہاں، کبھی شیراز جا نکلا، کبھی مصر میں جا ٹھہرا، کبھی نجف جا پہنچا۔

اُمراؤ:۔ تو جان لیجئے کہ وہ وقت آن پہنچا ہے،

غالب:۔ یعنی

امراؤ:۔ وہ دن گزر گئے کہ سیٹھ متھرا داس سے قرض لے لیا، اُدھر درباری مل کو جا مارا، اِدھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی، ہر ایک کے پاس تمسک مُہری موجود، سارا سامان ہم نے بیچ بیچ کر کھا لیا۔ اب کوئی ایسی چیز نہیں کہ جنس کا بندوبست ہو سکے۔

غالب :- (ادھر اُدھر دیکھتے ہیں)

امراؤ :- دو سال سے پنشن بند ہے، قلعہ کی تنخواہ رُکی پڑی ہے، کبھی آپ نے سوچا بھی کہ یہ صبح و شام کس طرح گزر رہے ہیں، جس قدر کپڑا، گہنا سامان تھا، آہستہ آہستہ سب ختم ہو گیا، گویا ان دنوں لوگ روٹی کھاتے تھے اور ہم اپنی چیزیں۔

غالب :- (مسکرا رہے ہیں)

اُمراؤ :- سب سے زیادہ رنج تو مجھے ان نوکروں کا ہے جنھوں نے اس تنگی و عُسرت میں بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا، خوش و ناخوش جو کچھ ہم پر گزری ہے وہ بھی اس میں برابر کے شریک رہے ہیں۔

غالب :- تو خوش ہو جاؤ کہ اس وقت تمہارے لئے ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں۔

اُمراؤ :- (بھنویں سکیڑ کر) خوش خبری۔

غالب :- نواب یوسف علی خاں رئیس رام پور نے سَو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا ہے۔

اُمراؤ :- (خوشی سے آنکھیں چمک اُٹھتی ہیں) سچ؟

غالب :- اور بہت جلد پنشن بھی جاری ہو جائے گی، پچھلے بقائے کے ساتھ

اُمراؤ :- رب العزت نے مجھ عاصیہ کی دُعا سن لی، ابھی ابھی میں نے اسی کے لئے دربارِ خداوندی میں ہاتھ پھیلائے تھے ــــــ رام پور کا وظیفہ کب تک آ جائے گا۔

غالب :- (مسکراتے ہوئے) آ جائے گا ــــ؟ ــــ کہو آ چکا۔

اُمراؤ :- آ چکا ــــ تو پھر کہاں ہے۔ آپ نے اندر تو کچھ نہیں بھیجا

غالب :- (بائیں ونگ تک جاتے ہیں۔ پھر لوٹ آتے ہیں) لو وہ آرہا ہے
(بائیں جانب سے نیاز علی سر پر ایک ٹوکرا اُٹھائے
جس پر گھاس بچھی ہے اندر داخل ہوتا ہے)

غالب :- بڑی دیر لگا دی۔

نیاز علی :- راہ میں تفتہ صاحب کے آدمی نے روک لیا تھا، یہ مکتوب دیا ہے۔

(نیاز علی بڑی دقت سے آہستہ آہستہ ٹوکرا اُتار کر
نیچے رکھتا ہے)

غالب :- (مکتوب لے کر پڑھتے ہیں) آپ نے جو بہ سبب ذوقِ سخن اصلاح اشعار منظور فرمائی تھی سو حاضر ہے ـــــ لاحول ولا قوۃ۔ (خط تہ کر کے تخت پر ایک طرف رکھ دیتے ہیں) کس ملعون نے بہ سبب ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور کی تھی؟ میں نے تو بہ طریقِ قہر درویش برجان درویش اصلاح کے لئے لکھ دیا تھا جیسے (اُمراؤ کی طرف دیکھتے ہیں) ایک اچھی جورو بُرے خاوند (اپنی جانب اشارہ کرتے ہیں) کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے۔ نیاز علی چلا جاتا ہے)

اُمراؤ :- (اُٹھ کر) آم ہیں؟

غالب :- یہ آپ کے مطلب کے نہیں، مُہر بند جام ہیں۔

(غالب ٹوکرے کو ادھر ادھر کرتے ہیں تو بوتلیں کھنکتی ہیں)

اُمراؤ (ناک سکیڑ لیتی ہے۔)

غالب :- ماتھے پر کی شکنوں میں اضافہ نہ ہو تو عرض کر دوں کہ سارے وظیفے کی خریدی ہے۔

اُمراؤ :- سارے وظیفے کی ——؟ اور —— اور کھانے پینے کا کیا ہوگا؟

غالب :- کھانے پینے کا - کیسی باتیں کر رہی ہو بیگم، کلماتِ کفر منھ سے نکال رہی ہو - اس نے ہر جاندار کے رزق کا ذمہ لیا ہے، اپنے سر ذمہ لیا ہے، میں کون ہوں جو کھانے پینے کی فکر کروں —— ہاں جس چیز کا وعدہ اس نے نہیں کیا ہے اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے، کیونکہ ہے خالص ولایتی،

اُمراؤ :- (دونوں ہاتھوں سے منھ چھپا کر سسکیاں لینے لگتی ہے -)

غالب :- بیگم —— بیگم ——

اُمراؤ :- آج میں نے جان لیا کہ مجھ جیسی بدقسمت عورت اس دنیا میں کوئی نہیں -

غالب :- بیگم ——

اُمراؤ :- سمجھتی تھی کبھی تو آپ باپ دادا کی طرح سپہ گری کی زندگی اختیار کریں گے، کبھی تو آپ مال و زر گنوانے کے بجائے اسے سنبھالنے کی فکر کریں گے، کبھی تو مجھے میکہ کا امیرانہ ٹھاٹھ پل بھر کے لئے نصیب ہوگا - لوگ کہتے ہیں اولاد شوہر کی دی ہوئی سب سے بڑی نعمت ہے، راحت ہے، سات اولادیں ہوئیں، سوا سو برس کی ہو کر چھن گئیں —— عارف کو گود لیا، وہ داغ مفارقت دے گیا - نہیں نہیں، کچھ نہیں - کوئی راحت نہیں - کوئی نہیں —— (اُمراؤ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے -)

غالب :- (قریب آن کر) - بیگم —— بیگم یہ کیا ہو رہا ہے؟

اُمراؤ :- (پکارتی ہے) نیاز علی -

(دائیں جانب سے نیاز علی آتا ہے)

امراؤ:- کلیاں سے کہو ڈولی کا انتظام کرے۔ میں قاضی کے حوض جاؤں گی میرا منھ کیا دیکھ رہا ہے - جانا۔

(نیاز علی جانے لگتا ہے)

غالب:- نیاز علی ———

امراؤ:- میں نے کیا کہا ہے تم سے، کلیاں سے کہو ڈولی کا انتظام کرے۔

غالب:- نیاز علی۔

(نیاز علی رُک جاتا ہے)

امراؤ:- (نیاز سے) اب جاتے کیوں نہیں۔

(نیاز علی چلا جاتا ہے)

غالب:- بیگم ———

اُمراؤ:- مجھ سے نہ بولئے۔

غالب:- بیگم سنو تو ———

اُمراؤ:- میں نے کہا نا- جو آپ کا دل چاہے سو کیجیے

(نیاز علی آتا ہے)

نیاز علی:- ڈولی تیار ہے۔

غالب:- ڈولی کے بچے، اتنی جلدی تجھے کہار بھی مل گئے،

نیاز علی:- جی ہاں حضور۔

امراؤ:- چلو تم آگے آگے چلو- (پھر غالب سے) دیکھ لیجئے اچھی طرح، میں اس گھر سے کچھ نہیں لے جا رہی ہوں سوائے ان کپڑوں کے جو میرے جسم پر ہیں، کہو تو انھیں بھی اتار دوں۔ کسی دن ولایتی لیکوں

کے کام آ جائیں گے۔

غالب:- (راستہ روکتے ہوئے) بیگم — بیگم —

اُمراؤ:- میں نے کہا نا، ہٹ جائیے میری راہ سے، نہیں تو میں اپنا سر پھوڑ لوں گی — جان دے دوں گی۔ آپ کے تو سر سے بلا جا رہی ہے نا۔ اب کوئی روک ٹوک نہیں رہے گی، ولایتی ہے اور آپ ہیں، جی بھر کر عیش و نشاط منائیے۔

(سسکیاں لیتی بائیں جانب چلی جاتی ہے)

غالب:- بیگم — بیگم — (بائیں "ونگ" سے بڑھتے ہیں پھر سر تھام کر واپس آ جاتے ہیں) عیش و نشاط۔

مئے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے

(تخت پر گر پڑتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اسٹیج کی روشنی مدھم ہوتی جاتی ہے۔ پس منظر موسیقار دردناک آواز میں گا رہا ہے)

موسیقار:- رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

(آہستہ آہستہ اسٹیج پھر روشن ہو جاتا ہے۔

بائیں جانب امراؤ بیگم کھڑی نظر آتی ہے۔

غالب :- (گھوم کر امراؤ کی طرف دیکھتے ہیں) وہ مسکرا رہی ہے غالب بھی مسکراتے ہیں!

(پردہ گرتا ہے)

ایکٹ (۲)

منظر

مرزا غالب کے مکان کے باہر کے دروازے کے اوپر کا چھوٹا سا حجرہ، جسکے دونوں جانب دو کوٹھریاں بنی ہیں۔

خوبصورت حجرہ کے وسط میں چاندنی کے فرش پر سرخ قالین بچھا ہے، جس پر مرزا غالب نواب ذوالفقار علی خاں کے ساتھ بیٹھے چوسر کھیل رہے ہیں آس پاس نواب ضیاء الدین احمد خاں نیّر رخشاں، منشی نبی بخش، حکیم میر اشرف علی منشی سید احمد حسین اور سید نصیر الدین بیٹھے ہیں، سب کے خدو خال اور لباس ابتدائی صفحات میں درج ہیں، نواب ذوالفقار علی خاں اس وقت نہایت قیمتی جامہ وار کا چغہ پہنے بیٹھے ہیں۔ پردہ اٹھتا ہے)

نواب ذوالفقار علی :- قبلہ اس رمضان میں آپ نے کتنے روزے رکھے

غالب :- اس رمضان میں ؟

نواب ذوالفقار علی :- جی ہاں۔

غالب :- ایک نہیں رکھا۔

(سب ہنستے ہیں)

غالب :- سارا رمضان روزے کھا کھا کر کاٹا، چلئے چال چلئے۔ آپ سے چال نہیں سوجھ رہی ہے تو آپ اِدھر اُدھر کی باتیں بنا رہے ہیں۔

نبی بخش :- (جو کسی قدر پیچھے بیٹھے ہیں) اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔

غالب :۔ (چونک کر) بھئی نبی بخش، تم نے ابھی یہ کس کا شعر پڑھا، ذرا پھر سے پڑھنا۔

نبی بخش :۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

غالب :۔ سبحان اللہ۔ کس کا شعر ہے، تمہارا؟

نبی بخش :۔ جی نہیں، استاد شاہ حضرت شیخ ابراہیم ذوق کا۔

غالب :۔ سبحان اللہ، بھئی پھر سے پڑھنا،

نبی بخش :۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آگے چل کر کہتے ہیں :۔

وہ نہیں ہم جو کریں خون کا دعویٰ تجھ پہ
ہم سے پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے

غالب :۔ ہاں یہ شعر بھی اچھا ہے مگر۔ واہ اس شعر کا جواب نہیں۔ ایک بار پھر پڑھنا۔

نبی بخش :۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

غالب :۔ ایک شعر اور ہمیں بے حد پسند ہے، حکیم مومن خاں مومن کا۔

نبی بخش :۔ جی

غالب :۔ تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

(تحسین کا ہلکا شور بلند ہوتا ہے)

غالب :- کاش مومن خاں میرا سارا دیوان لے لیتا اور صرف یہ شعر مجھے دے دیتا

سید احمد حسین :- ایک اور شعر کا بھی آپ بار بار ذکر کیا کرتے ہیں۔

غالب :- کون سا؟

سید احمد حسین :- دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن کوئی

غالب : ہاں وہ مرزا رفیع سودا کا شعر ہے، وہ اپنی جگہ آپ مقام رکھتا ہے۔
دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن کوئی خواہاں نہیں واں جنس گراں کا

نواب ذوالفقار علی :- یہ میں چل چکا اب آپ کی باری ہے۔

غالب :- بھئی پرسوں میر مہدی مجروح کی ایک غزل پڑھ کر تو بے حد تعجب ہوا۔ کیا عمدہ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے
میاں اشرف علی ذرا دکھانا تو

حکیم میر اشرف علی :- (انگرکھے کی جیب سے ایک کاغذ نکالتا ہے، اور پڑھتا ہے) دل میں قوت جگر میں تاب کہاں
اب وہ پہلا سا اضطراب کہاں

نواب ضیاء اللہ :- واہ وا۔ سبحان اللہ

نصیر الدین :- سبحان اللہ۔

میر اشرف علی :- وہ سمائے ہوئے ہیں نظروں میں
اپنی آنکھوں میں جائے خواب کہاں
(سب تعریف کرتے ہیں)

میر اشرف علی :- اس تغافل شعار کو ہمدم
خط تو لکھوں مگر جواب کہاں

مقطع ہے۔ — زاہدِ سے خانہ ہو رہا مجروح

آپ جانتے ہیں "اُسے جناب کہاں"

نواب ضیاء الدین:- واہ واہ۔ سبحان اللہ — واقعی اس بار مجروح نے بڑے معرکے کی غزل کہی ہے۔

غالب:- آج ہی حکیم میر اشرف علی کے ہاتھ غزل اور ان کے نامے کا جواب بھجوا رہا ہوں بھئی ذرا جواب بھی پڑھ دینا۔

میر اشرف علی:- سید صاحب، غزل کے شعر اچھے نکالے ہیں۔ صبح کا وقت ہے۔ سردی خوب پڑ رہی ہے، انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے، وہ حرف لکھتا ہوں، ہاتھ تاپتا جاتا ہوں، آگ میں گرمی سہی، مگر وہ آتشِ سیال کہاں کہ جب دو جرعے پی لئے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی، دل توانا ہو گیا، دماغ روشن ہو گیا، نفسِ ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا۔ ساقیِ کوثر کا بندہ اور تشنہ لب، ہائے غضب، ہائے غضب۔

نواب ضیاء الدین:- واہ استاد، سبحان اللہ۔

سید احمد حسین:- استاد، شراب کی جو کچھ برائیاں ہیں اسے تو سارا جہان جانتا ہے مگر سب سے بڑی خرابی جو اس میں ہے شاید آپ بھی اس کو جانتے ہوں گے۔

وہ کونسی برائی ہے بھائی؟

سید احمد حسین:- یہی کہ شراب خور کی دُعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

غالب:- بھائی جس کو شراب میسّر ہو اس کو اور کیا چاہیئے کہ اس کے لئے وہ دعا مانگے۔

(ساری محفل قہقہہ زار ہو جاتی ہے)

غالب :- سنا ہے انگریز سرکار مجھے باغی مسلمانوں میں شمار کرتی ہے، تمام عمر میں ایک دن شراب نہ پی ہو تو کافر، اور ایک دن نماز پڑھی ہو تو گنہ گار، پھر میں نہیں جانتا کہ سرکار نے کس طرح مجھے باغی مسلمانوں میں شمار کیا۔

(قہقہے بلند ہوتے ہیں)

غالب :- کرنل براؤن کے اس سوال پر کہ ول تم مسلمان، میں نے جواب دیا تھا کہ آدھا۔ پوچھا کیا مطلب، میں نے کہا، شراب پیتا ہوں، سور نہیں کھاتا اس لئے آدھا کہا۔

(سب ہنستے ہیں)

نصیر الدین :- لیکن آپ شرابِ طہور سے محروم رہیں گے۔

غالب :- واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

نواب ذوالفقار علی :- سبحان اللہ،

غالب :- اور پھر کل کے لئے کر آج نہ خسّت شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

(داہنی جانب سے مولانا آزردہ آتے نظر آتے ہیں۔ وہ سر جھکا کر اندر داخل ہوتے ہیں، سوائے مرزا اور نواب ذوالفقار علی کے سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور سلام کرتے ہیں)

غالب :- (بیٹھے ہی بیٹھے) تسلیمات بجا لاتا ہوں۔

نواب ذوالفقار علی :- بندہ بھی تسلیمات بجا لاتا ہے۔

آزردہ:۔ بھئی مرزا صاحب ہم نے حدیث میں پڑھا تھا کہ رمضان کے مہینے میں شیطان مقید رہتا ہے۔ مگر آج اس حدیث کی صحت میں تردد پیدا ہو گیا،

غالب:۔ قبلہ حدیث بالکل صحیح ہے" کچھ تردد نہ فرمائیے، لیکن آپ کو معلوم رہے کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہے، وہ یہی کوٹھری ہے۔

(مولانا آزردہ اور سب ہنستے ہیں)

آزردہ:۔ میں ایک بڑی ضروری بات گوش گزار کرنے کے لئے آیا تھا۔

غالب:۔ تشریف تو رکھیئے

آزردہ:۔ میں بس یہ کہنے کے لئے آیا تھا کہ کچھ دنوں کے لئے آپ چوسر کا یہ کھیل بند کریں۔

غالب:۔ چوسر (گردن اوپر اٹھا کر دیکھتے ہیں) چوسر نہ کھیلا کروں۔؟

آزردہ:۔ ہاں کچھ دنوں کے لئے بالکل نہیں، حکام شہر میں آپ کے بارے میں چہ می گوئیاں ہو رہی ہیں، محمد میرزا خاں کوتوال جو آپ کے مداح ہیں وہ چلے گئے، اب دوسرے کوتوال فیض الحسن خاں آئے ہیں

غالب:۔ فیض الحسن خاں آئے ہیں،

آزردہ:۔ ہاں یہ نئے کوتوال ہیں، سنا ہے بڑے سخت گیر واقع ہوئے ہیں، اور خدا معلوم کیوں، پتہ چلا ہے کہ آپ سے انھیں خدا واسطے کا بیر ہے،

غالب:۔ (نواب ذوالفقار علی سے) چلئے صاحب آپ ادھر چلئے۔

اتنے میں قدموں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور سامنے سامنے دروازے سے فیض الحسن خاں کوتوال اور پیچھے چار

(بر قند از سرکاری وردیاں پہنے اندر داخل ہوتے ہیں)

فیض الحسن :- مرزا صاحب، میں آپ کو جوئے کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں، آپ میرے ساتھ چلئے

غالب :- یہاں تھا دام سخت قریب آشیانہ کے
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

چلئے صاحب۔

نبی بخش :- استادِ محترم۔

غالب :- نبی بخش میں ہر کام کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں، اگر دن جھکا لیتے ہیں) اور خدا سے لڑا نہیں جا سکتا، جو کچھ گزرا اس کے ننگ سے آزاد اور جو کچھ گزرنے والا ہے اس پر راضی ہوں۔

فیض الحسن :- کوئی عذر؟

غالب :- کوئی عذر نہیں،

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

اگر آرزو کرنا عبودیت کے خلاف نہیں تو یہ میری آرزو ہے کہ اب میں اور دنیا میں نہ رہوں اور اگر رہوں تو ہندوستان میں نہ رہوں روم میں مصر میں ایران میں، یہ بھی جانے دو، خود کعبہ آزادوں کی جائے پناہ، آستانہ رحمت للعالمین، دل دادوں کی تکیہ گاہ ہے۔ وہاں پناہ ملے۔ چلئے ......

فیض الحسن کوتوال، مرزا غالب، آزردہ، نبی بخش
نصیر الدین، نواب ذوالفقار علی، احمد حسین،

حکیم میر اشرف علی اور نواب ضیاء الدین احمد خاں آگے بڑھتے ہیں۔

(پردہ گرتا ہے)

ایکٹ (۳)

منظر

نواب ضیاء الدین احمد خاں کے مکان کا وسیع دالان، دالان کو روشنی کے گلاسوں، قمقموں اور رنگین قندیلوں سے بقعۂ نور بنا دیا گیا ہے، دالان کی چھت پر بیچوں بیچ موتیا کے ہار لٹکا کر لڑیوں کو چاروں طرف اس طرح کھینچا گیا ہے کہ سارا دالان گھیر لیا گیا ہے، کھونٹیوں پر جگہ جگہ موتیا اور چنبیلی کے سفید ہار لٹک رہے ہیں ہر طرف صاف ستھرے خاصدان رکھے ہوئے ہیں جس میں لال صافیوں میں گلوریاں رکھی ہیں، سامنے چاندی کے دو شمعدان ہیں اندر کافوری بتیاں اور اوپر کنول روشن ہیں، پردہ اٹھتا ہے تو وسط میں نواب فتح الملک، نواب ضیاء الدین خاں، اور مرزا غالب بیٹھے ہیں۔ دائیں جانب استاد شاہ شیخ ابراہیم ذوق، پہلو میں حافظ ویران اور ان کے شاگرد بیٹھے ہیں بائیں جانب حکیم مومن خاں مومن، مفتی آزردہ، حکیم آغا جان عیش مرزا علی بیگ، نازنین، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اور دوسرے سامعین نصف دائرے کی شکل میں بیٹھے ہیں۔ محفل مشاعرہ آراستہ ہے۔

(سب کے خد و خال اور لباس ابتدائی صفحات میں درج ہیں)

غرض رنگ برنگے انگرکھوں، دو پلڑی، آٹھ پہلو نما ٹوپی اور چوگوشیہ ٹوپیوں سے سارا دالان بھرا پڑا ہے، صرف مرزا غالب کی ٹوپی سب سے جدا ہے وہ کلاہ پاپاخ سے ملتی جلتی اونچی ٹوپی پہنے ہیں۔

دائیں جانب شاہی خواصی کھڑا ہے۔

شاہی خواصی :- حضرات مشاعرہ شروع ہوتا ہے۔ (نواب فتح الملک کی جانب دیکھتا ہے)

نواب ضیاء الدین خاں :- حضرت ظلِ سبحانی نے ہماری درخواست پر مشاعرہ کے لئے اپنا کلام بلاغت نظام بھیج کر میری عزت افزائی فرمائی ہے

اصی :- حاضرین، حضرت ظلِ سُبحانی صاحبقراں ثانی خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کا کلام معجز نظام پڑھا جاتا ہے، نہایت ادب کے ساتھ گوش دل سے سماعت فرمائیے۔

(خریطے میں سے زریں کاغذ نکالتا اور نہایت عمدہ ترنم سے پڑھتا ہے)

خواصی :- لگتا نہیں ہے دل مرا اُجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں
کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں
عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں
کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

(ہر شعر پہ دادِ تحسین کا شور بلند ہوتا ہے)

نواب ضیاء الدین خاں :- ہماری کیا بساط ہے جو ہم حضرت ظلِ سبحانی کی غزل کی جیسی چاہیئے ویسی تعریف کر سکیں البتہ ان نوازشاتِ شاہی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو حضرت پیر و مرشد نے اپنا کلام

معجز نظام بھیج کر شرکائے مشاعرہ اور مجھ عاصی پر مبذول فرمائی۔ بارگاہِ جہاں پناہی میں ہمارا ناچیز شکریہ پیش کر کے عزت افزائی کی جائے۔ سبھی شرکائے مشاعرہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ آج کی محفل کے میر مجلس نواب فتح الملک بہادر عرف مرزا فخرو المتخلص بہ رمز ہیں۔

مرزا فخرو:- میری کیا مجال جو میں آپ جیسے اُستادانِ فن کے ہوتے ہوئے میر شاعرہ بننے کا خیال بھی دل میں لاؤں، صرف زبان کی تعمیل منظور ہے ورنہ کہاں اس مشاعرہ کی میر مجلسی، خیر صاحب۔ چمن میں خوشنوایانِ چمن کی آزمائش ہے، تقدم و تاخر کا بارے خیال نہ فرمایئے، شمع نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کے آگے آتی ہے۔

(ایک چوبدار کنول نما شمع نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کے آگے رکھتا ہے)

شیفتہ:- (پہلے اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں پھر ایک ایک لفظ سمجھا سمجھا کے ادا کرتے ہیں)

آرام سے ہے کون جہانِ خراب میں
گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

سب اس میں محو اور یہ سب سے علاحدہ
آئینہ میں ہو آب، نہ آئینہ آب میں

معنی کی فکر چاہیئے صورت سے کیا حصول
کیا فائدہ ہے موج اگر ہے سراب میں

ذات و صفات میں بھی ہی ربط چاہیئے
جوں آفتاب وہ وشنیع آفتاب میں

وہ قطرہ ہوں کہ موجۂ دریا میں گم ہوا
وہ سایہ ہوں کہ محو ہوا آفتاب میں

بیباک شیوہ، شوخ طبیعت، زباں دراز
ملزم ہوا ہے پر نہیں عاجز جواب میں

تکلیف شیفتہ ہوئی تم کو مگر حضور
اس وقت اتفاق سے وہ ہیں عتاب میں

(ہر شعر پر تعریف ہوتی ہے، پہلے، تیسرے اور پانچویں پر زیادہ)

مرزا فخرو :- اب شمع مفتی صدر الدین آزردہ کے سامنے آتی ہے۔
(ملازم) شمع آزردہ کے آگے رکھتا ہے)

آزردہ :- (نیچی آواز سے آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں، سب چپ ہیں۔ اس لئے واضح سنائی دیتا ہے۔)

باتوں سے میرے کب تہہ و بالا جہاں نہیں
کب آسماں زمین و زمیں آسماں نہیں

افسردہ دل نہ ہو در رحمت نہیں ہے بند
کس دن کھلا ہوا در پیر مغاں نہیں

شب اُس کو حالِ دل نے جتایا کچھ اس طرح
ہیں لب تو کیا نگہ بھی ہوئی ترجماں نہیں

کٹتی کسی طرح بھی نہیں یہ شب فراق
شاید کہ گردش آج تجھے آسماں نہیں

آزردہ ہونٹ تک نہ ہلے اس کے روبرو
مانا کہ آپ سا کوئی جادو بیاں نہیں

(حاضرین ہر شعر پر مناسب داد دیتے ہیں۔)

مرزا فخرو:- اب شمع حکیم آغا جان عیش کے آگے آتی ہے۔

(ملازم شمع حکیم آغا جان عیش کے آگے رکھتا ہے)

عیش:- عرض کرتا ہوں:-

صلح ان سے ہمیں کئے ہی بنی
دل یہ جھگڑا تھا دل دئے ہی بنی

زہد و تقویٰ دھرے رہے سارے
ہاتھ سے اس کے مئے پئے ہی بنی

لائے وہ ساتھ غیر کو ناچار
پاس اپنے بٹھا لئے ہی بنی

کس کا تھا پاس خرق ظلم اے عیش
ان جفاؤں پہ بھی جیئے ہی بنی

(ہر شعر پر تحسین کا شور بلند ہوتا ہے)

مرزا فخرو:- اب شمع نواب ضیاء الدین احمد خاں رخشاں (ہلکے سے مسکراتے ہوئے) نیر کے سامنے آتی ہے سب جانتے ہیں آپ ریختہ میں رخشاں اور فارسی میں نیر تخلص کرتے ہیں۔

(ملازم شمع نواب ضیاء الدین احمد خاں رخشاں کے آگے رکھتا ہے)

نواب ضیاء الدین:- عرض کرتا ہوں:-

پی کے گرنے کا ہے خیال ہمیں
ساقیا لیجئو سنبھال ہمیں

شب نہ آئے جو اپنے وعدے پر
گزرے کیا کیا نہ احتمال ہمیں

دل میں مضمر ہیں معنئ باقی
کسی صورت نہیں زوال ہمیں
تیرے غصّے نے ایک دم میں کیا
مردۂ و ہزار سال ہمیں
طالع بد سے نیّرِ رخشاں
اپنے ہی گھر میں ہے وبال ہمیں

مرزا فخرو :- نواب ضیاء الدین احمد خاں رخشاں نیّر کے بعد اب شمع مرزا علی بیگ نازنین کے آگے آتی ہے۔

حافظ ویران :- لاؤ بھئی اوڑھنی لاؤ۔

(نابینا حافظ ویران کے اس جملے پر محفل قہقہہ زار بن جاتی ہے)

(ملازم سرخ رنگ کی اوڑھنی مرزا علی بیگ نازنین کو دیتا ہے)

مرزا علی بیگ نازنین :- (مرزا علی بیگ نازنین وسط میں آن کر اوڑھنی اوڑھتے ایک خاص ادا سے بیٹھتے اور عورت کے ساتھ اپنے شعر پڑھتے ہیں)

ہوئی عشاق میں مشہور یوسف سا جواں تاکا
بڑا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا
اگر اے نازنیں تو دُبلی پتلی کامنی سی ہے
چھریرا سا بدن، نام خدا ہے تیرے دولھا کا

(اساتذہ مسکرا رہے ہیں مگر دوسرے لوگ خوب داد دے رہے ہیں۔)

مرزا فخرو :- اب شمع حکیم مومن خاں مومن کے آگے آتی ہے۔

ملازم شمع مومن کے سامنے رکھتا ہے۔

مومن سنبھل کر بیٹھتے ہیں اور انگلیوں سے اپنے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے دل پذیر ترنم کے ساتھ یہ غزل پڑھتے ہیں:۔

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہوں گے
نیم بسمل کئی ہوں گے، کئی بے جاں ہوں گے

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کر لے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہوں گے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پاؤں، وہی خارِ مغیلاں ہوں گے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

(ہر شعر پر دادِ تحسین کا شور بلند ہوتا ہے)

(مرزا غالب کبھی ہر شعر پر سبحان اللہ کہتے ہیں)

مرزا فخرو:۔ اب شمع استادِ شاہ خاقانیٔ ہند، شیخ ابراہیم ذوق کے آگے آتی ہے۔

(ملازم ذوق کے سامنے شمع رکھتا ہے)

ذوق:۔ عرض کرتا ہوں۔

آنکھیں میری تلوؤں سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
ہو تجھ سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اس کی اجل آئے تو اچھا
تاثیر محبت تو عجب حُب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے تیری تارِ نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

(ہر شعر پر خوب داد ملتی ہے)

مرزا فخرو:۔ (مسکراتے ہوئے) اب شمع نجم الدولہ، دبیر الملک نظام جنگ مرزا اسد اللہ خاں غالب کے آگے آتی ہے۔

(ملازم شمع مرزا غالب کے سامنے رکھتا ہے)

غالب:۔ صاحبو! میں بھی اپنی بھیرویں الاپتا ہوں۔

(نہایت اونچی اور پُر درد آواز میں پڑھتے ہیں)

غالب:۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
دیر نہیں حرم نہیں، در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں
قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیوں

(ہر شعر پر داد تحسین کا شور بلند ہوتا ہے)

نواب ضیاء الدین:- اب شمع میر مجلس نواب فتح الملک بہادر عرف حضرت میرزا فخرو المتخلص بہ اخترؔ کے آگے آتی ہے۔

(ملازم شمع مرزا فخرو کے سامنے رکھتا ہے)

مرزا فخرو — بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں آپ جیسے کاملینِ فن کے مقابلے میں کچھ پڑھنے کا دعویٰ کروں، (سنبھل کر بیٹھتے ہیں) البتہ جو کچھ بُرا بھلا کہا ہے بہ نظر اصلاح عرض کر رہا ہوں، (رک کر)

مرزا فخرو:- عرض کرتا ہوں (درد بھری آواز میں پڑھتے ہیں)

غم وہ کیا ہے جو جاں گزا نہ ہوا
درد وہ کیا جو لا دوا نہ ہوا
درد کیا جس میں کچھ نہ ہو تاثیر
بات کیا جس میں کچھ مزا نہ ہوا
وہ تو ملتا ہے پر اے دلِ کم ظرف
تجھ کو ملنے کا حوصلہ نہ ہوا
شکوۂ یار اور زبانِ رقیب
کھیل ٹھہرا کوئی گلہ نہ ہوا
پھر تمہارے ستم اُٹھانے کو
زمزا اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

(محفل واہ واہ اور سبحان اللہ کے شور سے گونج اٹھتی ہے)

(پردہ گرتا ہے)

ایکٹ (۴)

منظر — مرزا غالب کے مکان کا مردانہ حصہ

خوبصورت دالان جس میں داہنی جانب تخت بچھا ہے، تخت پر اُجلی چاندنی بچھی ہے، نیچے بھی اُجلی چاندنیوں کا فرش ہے، وسط میں زرد زمین والا بڑے بڑے سُرخ پھولوں کا عمدہ قالین ہے قالین پر گاؤ تکیے رکھے ہیں، قالین سے قریب سیاہ شیشم کا قلمدان ہے کھونٹیوں پر مرزا غالب کے کچھ کپڑے لٹکے ہوئے ہیں۔

پردہ اٹھتا ہے تو مرزا غالب قلمدان کے اندر کچھ دیکھ رہے ہیں، بائیں جانب سے کلیان داخل ہوتا ہے)

کلیان :- حضور نواب ذوالفقار علی خاں آئے ہیں،

غالب :- (قلمدان بند کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں) بلاؤ۔

(کلیان بائیں جانب جاتا ہے اور ایک لمحہ بعد بائیں جانب سے نواب ذوالفقار علی خاں ایک برکا پاجامہ، سفید کرتا اور معمولی چھینٹ کا فرغل پہنے داخل ہوتے ہیں۔

نواب :- تسلیمات بجا لاتا ہوں،

غالب :- (سلام کا جواب دیتے ہوئے) بہت دنوں بعد غریب خانے کا رُخ کیا، تشریف رکھیئے۔

(مرزا غالب اور نواب ذوالفقار علی خاں قالین پر بیٹھتے ہیں)

نواب :- دیکھیئے مرزا صاحب اس بار بھی آپ نے اپنا جشنِ وفات

نکالا تھا، ۱۲۷۷ ہجری غالب مرد، غلط نکلا۔ (ہنستے ہیں)

غالب:۔ بھئی ۱۲۷۷ کی بات غلط نہ تھی، یعنی اس سن میں مجھے مرجانا چاہئے تھا، مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ جانا۔

نواب:۔ جی

غالب:۔ وجہ کیا کہ اس میں میری کسرشان تھی، بعد رفع فساد ہوا کے سمجھ لیا جائے گا۔

(غالب اور نواب دونوں مسکراتے ہیں)

نواب:۔ مطبع سید الاخبار میں چھپا آپ کے اردو دیوان کا ایک نسخہ ہم دست ہوا۔ انتخاب کلام لاجواب ہے، داد دینا زیادتی

غالب:۔ نواب صاحب آپ عاصی کے اردو کلام کی تعریف فرماتے ہیں اور میں شرماتا ہوں، یہ غزلیں کاہے کو ہیں پیٹ پالنے کی باتیں ہیں، میرے فارسی کے قصیدے جن پر مجھ کو ناز ہے، کوئی ان کا لطف نہیں اٹھاتا، اب دیکھئے قدردانی اس بات پر منحصر ہے کہ گاہ بگاہ حضرت ظل سبحانی فرا بیٹھے ہیں کہ بھئی تم بہت دن سے کوئی سوغات نہیں لائے،

نواب:۔ سوغات ؟

غالب:۔ جی ہاں یعنی نیا ریختہ، ناچار کبھی کبھی یہ اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی غزل کہہ کر لے جاتا ہوں، ابھی مطبع دارالسلام سے تصحیح و ترتیب کے بعد میرا فارسی کلام میخانۂ آرزو سرانجام کے نام سے نواب ضیاء الدین احمد نے شائع کیا ہے

نواب:۔ بجا فرمایا آپ نے، (رک کر) منشی شیونرائن مالک مطبع مفید

خلائق آگرہ نے لکھا ہے کہ آپ نے گھر کا مطبع چھوڑ کر اپنا دیوان میرٹھ بھیج دیا،

غالب :- ہاں بھئی ابتداء میں، میں کیا جانتا تھا کہ منشی شیو نارائن کون ہے، جب یہ جانا کہ شیو نارائن ناظر نبسی دھر کا پوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزندِ دل بند ہے، اس کو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال معلوم نہیں،

نواب :- جی۔

غالب :- شیو نارائن کے دادا کے والد عہدِ نجف خاں و ہمدانی میں میرے نانا مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے، جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو اس کے دادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی، یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں۔

نواب - جی -

غالب :- مگر جب میں جوان ہوا تو دیکھا منشی بنسی دھر اور خاں صاحب ساتھ ساتھ ہیں۔ شیو نارائن کے باپ مجھ سے دو ایک برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں، انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر ان کی، اختلاط اور محبت، باہم شطرنج، آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی، چونکہ ان کا گھر بہت دور نہ تھا، اس واسطے جب چاہتے تھے چلے آتے تھے، چلے جاتے تھے،

نواب - جی -

غالب :- میں نے بڑی تفصیل سے شیو نارائن کو لکھا ہے، اور بھائی بارہ برس کی عمر سے کاغذ نظم و نثر میں مانند اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ

کر رہا ہوں، سب شیو ناراٸن ہی سے چھپواؤں گا،

مرزا غالب، نواب ذوالفقار علی خاں کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہیں، چہرہ کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے، پھر چہرہ پر بشاشت لا کر نواب ذوالفقار علی خاں کا چھلینٹ کا فرغل دیکھتے ہیں۔

غالب :- بھئی کیا عمدہ چھلینٹ کا فرغل آپ نے پہنا ہے۔

نواب :- اچھا ہے۔

غالب :- بہت اچھا، یہ چھلینٹ آپ نے کہاں سے لی، مجھے اس کی وضع بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

نواب :- جی۔ وہ۔

غالب :- آپ مجھے بھی فرغل کے لئے یہ چھلینٹ منگوا دیں۔

نواب :- میرزا صاحب یہ فرغل آج ہی بن کر آیا ہے، اور میں نے اسی وقت پہنا ہے، اگر آپ کو اس قدر پسند ہے تو یہی حاضر ہے۔

غالب :- جی تو یہی چاہتا ہے کہ اسی وقت آپ سے چھین کر پہن لوں، مگر آپ یہاں سے مکان تک کیا پہن کر جائیں گے۔

(مرزا غالب اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں اور پھر کھونٹی پر سے اپنا نہایت قیمتی مالیدہ کا جبہ اتار کر دیتے ہیں)

(نواب ذوالفقار علی خاں اپنا چھلینٹ کا فرغل اتار تے ہیں، مرزا غالب ان سے فرغل لے کر نہایت تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسی کھونٹی پر لٹکا دیتے ہیں، جہاں سے انھوں نے اپنا قیمتی جبہ لیا تھا۔)

(دونوں کھڑے ہیں)

غالب :۔ تشریف رکھیئے،

ذاب :۔اب اجازت دیجئے، تسلیمات، میرا خیال ہے مرزا صاحب رہتی دنیا
تک آپ کا نام صرف آپ کے اُردو کلام ہی کے باعث ہمیشہ ہمیش
باقی رہے گا۔

غالب :۔ تسلیمات۔

ذاب ذوالفقار علی خاں بائیں جانب سے چلے جاتے ہیں مرزا
غالب کچھ سوچتے ہوئے ٹہل رہے ہیں، دائیں جانب سے کلیاں
اور بائیں جانب سے میر مجروح داخل ہوتے ہیں، ہاتھ میں کچھ
اخبار ہیں۔ کلیاں سر پر کھانے کا خوان لئے ہوئے ہے، ہاتھ
میں نقشی کپڑا ہے۔

غالب :۔ (مجروح کو دیکھ کر) اے جناب سید صاحب السلام علیکم،
حضرت آداب،

مجروح :۔ (بڑے آداب سے اپنے استاد کو سلام کرتے ہیں۔)
(کلیاں تخت پر نقشی کپڑا بچھا کر مختلف پیالے اور رکابیاں
رکھتا ہے)

مرزا غالب ذرا سی دیر کے لئے داہنی جانب لگے اوٹ کی طرف جاتے
اور لوٹ آتے ہیں تو ان کے ہاتھ بھیگے ہوئے ہیں،

غالب :۔ (تخت پر بیٹھتے ہوئے) آؤ کھانا کھالو۔

مجروح :۔ جی نہیں نہیں ابھی کچھ دیر ہوئی کھا کر چلا تھا۔

غالب :۔ان پیالیوں کو دیکھو اور برتنوں کی کثرت کا خیال کرو تو میرا
دستر خوان یزید کا دستر خوان معلوم ہوتا ہے، اور جو کھانے کی مقدار

کو دیکھو بایزید کا۔

(مجروح مسکراتے ہوئے پاس ہی تخت پر بیٹھ جاتے ہیں)

غالب :- تم تو جانتے ہو میری مرغوب غذا، بس ایک ہی ہے، وہ ہے گوشت اور کچھ نہیں، پہلے ایک وقت بھی بغیر گوشت کے نہ رہ سکتا تھا، مسہل کے دن بھی کھچڑی یا شوربا نہیں کھایا، آج کل تو خوراک بہت کم ہو گئی ہے۔

مجروح :- جی۔

غالب :- صبح سویرے کسی خدا شیرۂ بادام پتیا ہوں، اس وقت پاؤ بھر گوشت کا قورمہ، ایک پیالے میں بوٹیاں، دوسرے میں شوربا، اس پیالے میں پھلکے کا چھلکا شوربے میں ڈوبا ہوا ہے اور اس پیالی میں ایک انڈے کی زردی ہے، اس پیالی میں ذرا سا دہی، بس، شام میں کباب یا سیخ کے کباب، (ایک لقمہ لیتے ہوئے) بھئی اگر چنے کی دال ہوتی مغلی تو لے آتے، یا مجھ سے کہا ہوتا میں منگوا دیتا، آج کسی چیز میں چنے کی دال نظر نہیں آتی،

کلیان :- حضور دال تو گھر میں موجود ہے، منگوانے کی حاجت نہیں،

غالب :- پھر؟

کلیان :- حضرت مرزا باقر کی دولہن بیگا بیگم چنے کی دال نہیں کھاتی۔

غالب :- اوہو تو یہ بھی اپنے خسر عارف پر گئیں، اور خدا سے لڑھ گئیں۔

مجروح :- خدا سے لڑھ گئیں حضرت وہ کیسے؟

غالب :- چنا تو وہ چیز ہے جس پر خود اللہ میاں کی رال ٹپک پڑی تھی، چنے نے ایک دفعہ جناب الٰہی میں فریاد کی تھی کہ دنیا میں مجھ پر بڑے ظلم ہوتے ہیں، مجھے دلتے ہیں، پیستے ہیں، بھونتے ہیں اور مجھ سے سینکڑوں کھانے کی چیزیں بنا کر کھاتے ہیں، جیسا مجھ پر ظلم ہوتا ہے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

مجروح :- جی۔

غالب :- (لقمہ لیتے ہوئے) وہاں سے حکم ہوا کہ اے چنے تیری خیر اسی میں ہے کہ ہمارے سامنے سے چلا جا ورنہ ہمارا ابھی ہی جی چاہتا ہے کہ تجھ کو کھا جائیں۔

مجروح :- خوب۔

غالب :- تو چنا تو وہ چیز ہے جس پر خود اللہ میاں کی رال ٹپک پڑی تھی جب ہو چنا نہیں کھاتیں تو یہ خود خدا سے بھی بڑی ہو گئیں۔

(مرزا غالب اور مجروح ہنستے ہیں)

مجروح :- (بیٹھے بیٹھے ایک اخبار کھولتے ہیں)

غالب :- یہ اخبار کیسا ہے؟

مجروح :- جی پندرہ جولائی کا آگرہ کا اخبار "سعد الاخبار" ہے،

غالب :- کوئی خاص اطلاع ہے؟

مجروح :- (پڑھتے ہیں) لکھا ہے، ان دنوں شاہ دین پناہ نے جناب معلی الالقاب مرزا اسد اللہ خاں کو بہ شرط عنایت اپنے حضور طلب کر کے ایک کتاب تاریخ کے لکھنے پر جو تیمور کے زمانے سے سلطنت حال تک ہو مامور کیا ہے، اور شش پارچہ بیش بہا خلعت اور رقوم جواہر سے سرفراز فرمایا ہے۔

غالب :- (مسکراتے ہوئے) پرانی اطلاع ہے۔

مجروح :- آگے لکھا ہے' یقین ہے کہ تواریخ مذکورہ دلچسپ اور متین عبارت میں لکھی جائے گی کہ ہر ایک اس کے لطفِ عبارت سے فیض یاب ہوگا عاصی تہنیت نامہ بھی بھیج چکا ہے۔

غالب :- بھائی وہ مل گیا اور بات بھی کافی آگے بڑھ گئی ہے' کتاب ہے "مہر نیمروز" پہلے تو حضرت بہادر شاہ ظفر کا خیال تھا کہ خاندانِ تیمور کی تاریخ یعنی صاحبقراں امیر تیمور سے لے کر حکمرانِ عہد تک حالات قلم بند ہوں' چنانچہ امیر تیمور کے حالات سے کتاب کا آغاز ہوا پھر حضرت ظہیر الدین بابر بادشاہ تک کی سرگزشت مکمل کر دی' اب حضرت ہمایوں بادشاہ کی جلاوطنی اور واپسی تک کی داستان لکھ لی ہے۔

مجروح :- سبحان اللہ۔

غالب :- اب حضرت بہادر شاہ نے حکم دیا ہے کہ تاریخ دنیا کے آغاز سے لکھی جائے اور آئندہ کے لئے حکیم احسن اللہ خاں کو مدد اور مشورہ کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پہلے خود ہی کتب تاریخ سے واقعات کا انتخاب کرتا تھا اب اس نئے حکم کے مطابق واقعات کے اقتباس و انتخاب کا کام انجام دیں گے حکیم احسن اللہ خاں اور میرے پاس بھیج دیں گے' میں انھیں فارسی میں منتقل کر دوں گا۔

مجروح :- جی۔

غالب :- ارادہ ہے کہ پہلی کتاب "مہر نیمروز" میں آغاز سے ہمایوں بادشاہ کی جہاں گردی اور جہاں گیری تک کے حالات اجمال سے لکھوں' اور

دوسرے حصے میں جلال الدین اکبر بادشاہ سے لے کر بادشاہِ عصر ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ کے عہد تک کے حالات لینگتا زیادہ تفصیل سے قلم بند کردوں'

مجروح :- اور دوسرے حصے کا نام؟

غالب :- ماہِ نیم ماہ

مجروح :- خوب سبحان اللہ۔ ماہِ نیم ماہ - انوکھی ترکیب ہے سبحان اللہ

(مرزا غالب تخت پر سے اٹھتے ہیں اور بادرٹا میں ہاتھ پاک کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں)

(مجروح بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، کلیاں دائیں جانب سے داخل ہوکر برتن اٹھا لے جاتا ہے)

مجروح :- یہ کتب آپ چھپوائیے گا۔

غالب :- (بائیں جانب سے داخل ہوتے ہوئے) میاں کیا باتیں کرتے ہو' میں کتابیں کہاں سے چھپواؤں گا، روٹی کھانے کو نہیں، شراب پینے کو نہیں' ادھر جاڑے آتے ہیں' لحاف توشک کی فکر ہے' میرا آشنا گماشتی ہرگوپال تفتہ موجود ہے اس کو میں نے لکھ دیا ہے ہاں خوب یاد آیا، کل سے تین نامے، لکھے ہیں ان کے جواب لکھنے ہیں، مرضی ہو تو آؤ میں لکھوادوں۔

مجروح :- جی ضرور۔

مرزا غالب قلمدان کے پاس بیٹھ کر اسے کھول لیتے ہیں پاس ہی مجروح ایک گھٹنا اونچا کر کے بیٹھ جاتے ہیں' غالب قلمدان میں سے کچھ نسخے نکال کر مجروح کو دیتے ہیں' پھر ایک پرزہ ڈالا

قلم دوات، دہ تین شقّے خود سنبھال لیتے ہیں)

غالب :- سب سے پہلے لکھو حاتم علی مہر کو، بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ آیا اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا۔

خود شکوۂ دلیل رفع آزار بس است
آید بہ زباں ہر آنچہ از دل بُرد ذ

مجروح :- (لکھ کر مرزا غالب کی طرف دیکھتے ہیں) جی

غالب :- لکھو۔ فقیر شکوے سے بُرا نہیں مانتا۔ مگر شکوے کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوے کی خوبی یہ ہے کہ راہِ راست سے منھ نہ موڑے اور مخاطب دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا،

مجروح :- جی

غالب :- اسی واسطے خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس طرح میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے، آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں، اپنا گناہ میرے ذمے دھرتے ہیں، نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں سے جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں، کل آپ کا مہربانی نامہ آیا، آج میں نے اس کا جواب لکھوایا کہئے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں، دردمند دل کو ستانا اچھا نہیں۔ خدا سے میں بھی چاہوں از رہِ مہر فروغِ میرزا حاتم علی مہر

والسّلام

مجروح :- سبحان اللہ ـــ سبحان اللہ سُبحان اللہ۔

غالب :- اے میاں سبحان اللہ، سبحان اللہ کیا کئے جاتے ہو، اُردو عبارت لکھنے کا تم نے بھی اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا ہے،

مجروح :- میں نے حضرت ؟

غالب :- سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطے میں گئی یہ طرزِ عبارت خاص میری تھی، میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت، انصاریوں کے محلے کا رہنے والا لوٹ لے گیا، مگر میں نے اسے بحال کیا!

مجروح :- (اٹھ کر تسلیمات بجا لاتے ہیں)

غالب :- مگر عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو سر پہ اٹھایا ہے، ایک غریب سید مظلوم میرن صاحب کے چہرۂ نورانی پہ ننھا سا نکلا ہے اور تم کو سرمایۂ آرائشِ گفتار بہم پہنچا ہے۔

مجروح :- (ہنستے ہیں) جی۔

غالب :- لو بھئی دوسرا نامہ لکھو۔

مجروح :- جی ارشاد ہو۔

غالب :- حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

مجروح :- نواب محمد یوسف علی خاں والیٔ رام پور کے نام ؟

غالب :- ہاں۔ لکھو۔ آداب نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہوں کہ سو روپے کی ہنڈوی بابت مصارف ماہِ نومبر ۱۸۵۹ء پہنچی اور روپیہ وصول میں

آیا، اور صرف ہو گیا، اور میں بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں، اس شاہرہ مقرر کے علاوہ دو سو روپے اگر مجھ کو اور بھیج دیجئے گا تو بھلا کیجئے گا۔

مجروح :۔ جی

غالب :۔ لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری میں محسوب نہ ہو اور بہت جلد مرحمت ہو، زیادہ حدِ ادب۔ تم سلامت رہو قیامت تک اور ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار، تمھاری سلامتی کا طالب غالب۔

مجروح :۔ جی

غالب :۔ ابھی ابھی نواب ذوالفقار علی خاں آذر آئے تھے، یہ ان روساء اور عمایدین میں سے ہیں جن کی گردشِ روزگار کے باعث حالت سقیم ہو گئی ہے، میں نے آج تک انھیں مالیدہ اور جامہ وار کے چغوں کے سوا کچھ اور پہنے نہیں دیکھا، آج بڑا معمولی چھلیٹ کا غل پہنے تھے۔

مجروح :۔ لیکن جہاں تک عاصی کو یاد پڑتا ہے میں نے انھیں مالیدہ ہی کے غل میں جاتے دیکھا۔

غالب :۔ تم سے ملاقات ہوئی تھی ؟

مجروح :۔ جی ہاں یہیں ڈیوڑھی کے سامنے،

غالب :۔ بس اس بات کو اپنے ہی تک رہنے دو۔

مجروح :۔ میں سمجھا نہیں۔

غالب :۔ سمجھنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں، ہاں لکھو تیسرا خط لکھو، میں تم

اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں، یہ میں تم سے کہہ رہا ہوں

مجروح :- جی ہاں۔

غالب :- جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا، اور خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہوں، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دن میں دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو، ایک دو شام کو، میری دل لگی ہو جاتی ہے، دن ان کے پڑھنے میں اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔

مجروح :- جی۔

غالب :- لو اب منشی ہرگوپال تفتہ کو لکھو، میرزا تفتہ صاحب، دیکھو پھر تم نہ گا کرتے ہو، وہی بیش و بیشتر کا قصہ نکلا، غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے۔ یاد رکھو یائے تحتانی تین طرح پر ہے، جزو کلمہ، اس پر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے، دوسرے تحتانی مضاف ہے، ہمزہ یہاں بھی مخل ہے، جیسے آشنائے قدیم، توصیفی، اضافی، بیانی، کسی طرح کا کرہو ہمزہ نہیں چاہتا، خدائے توتوم، رہنمائے توتوم یہ بھی اسی سے قبیل سے ہے، توحیدی آشنائے، یعنی ایک آشنا کوئی آشنا، یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہلاؤ گے،

مجروح (لکھ کر مرزا غالب کی طرف دیکھتے ہیں۔ جی۔

غالب :- پھر بھی یہ قصیدہ ہم کو تمہارا بہت پسند آیا، جیتے رہو خوش رہو، غالب۔

آہستہ آہستہ اسٹیج پر اندھیرا چھا جاتا ہے ایک طرف سے
نیاز علی دوسری طرف سے کلیان ندیم روشن لیمپ
لئے آتے اور محرابوں میں رکھ دیتے ہیں، اسٹیج پھر سے
روشن ہو جاتا ہے

غالب :۔ لو بھئی اب ہم تھک گئے ۔ مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں

(اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور انگرکھا اتار کر کرتے پاجامے سے تخت پر
لیٹ جاتے ہیں :۔

امیر مہدی مجروح قلم دوات ایک طرف رکھ کر مرزا غالب کے
پیروں کے پاس آبیٹھتے اور پیر دبانے لگتے ہیں ۔)

غالب ۔ ارے ارے بھئی یہ کیا کرتا ہے، تو سید زادہ ہے، مجھے کیوں گنہگار
کرتا ہے ۔

مجروح :۔ کیا حرج ہے ۔

غالب :۔ واہ حرج کیوں نہیں ۔

مجروح : پیر دباتے ہوئے) ایسا ہی خیال ہے تو پیر دابنے کی اجرت دے دیجئے گا ۔

غالب :۔ ہاں اس کا مضائقہ نہیں ۔

مجروح :۔ حضرت آپ نے حاتم علی مہر کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ
کوئی ستم پیشہ ڈومنی ۔۔۔۔۔ وہ ۔۔۔۔۔۔

غالب :۔ ہائے ہائے کیا بات یاد دلا دی تم نے سید ۔

مجروح :۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

غالب :۔ ہاں بہت پرانی بات ہے (پس منظر سازنگی کا دردناک ساز

ایک رات میں غلبہ۔ (ابھرتا ہے ــــ)

کے شاعرہ سے مضمحل و ملول بے حد اداس اور دل شکستہ لوٹ رہا تھا کہ اچانک ایک اونچے سے مکان سے کسی کے گانے کی آواز سنائی دی، کوئی میری ہی غزل گا رہا تھا۔

مغلیہ کی آواز ابھرتی ہے جو بے حد دلکش آواز میں گا رہی ہے۔

مغنیہ :- آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل
گرمیٔ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک
غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(گانے کے دوران میر مہدی مجروح برابر اپنے اُستاد کے پیر دباتے رہتے ہیں)

مجروح :- کون تھی یہ۔

غالب :- چاندنی ـــ

مجروح :- ملاقات ہوئی ؟

غالب :- ہاں، وہ دن، دن عید کے تھے راتیں شب برات کی تھیں۔

آتا ہے داغ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجروح :- اب کہاں ہے وہ۔

غالب :- خبر نہیں، کچھ دنوں بعد ایسی غائب ہوئی کہ آج تک اس کی شکل دکھائی نہ دی۔ (ایک سرد آہ کھینچتے ہیں)

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

(بائیں جانب سے نیاز علی داخل ہوتا ہے)

نیاز علی :- حضور سررشتہ دار صاحب آئے ہیں،

غالب :- کون ؟

نیاز علی :- "کول" سے منشی نبی بخش آئے ہیں۔

غالب :- اچھا بھئی (اٹھ بیٹھتے ہیں)

(نیاز علی بلانے کو چلا جاتا ہے)

مجروح :- حضرت میری اُجرت۔

غالب :- اُجرت ؟

مجروح :- جی ہاں پیر دابنے کی، ابھی ابھی آپ نے کہا تھا،

غالب :- بھیا کیسی اجرت، تم نے میرے پاؤں داب ہیں میں نے تمہارے پیسے داب لیے، حساب برابر ہوا۔

(میر مہدی مجروح اور مرزا غالب دونوں ہنستے ہیں)

بائیں جانب سے منشی نبی بخش حقیر، حافظ نذیر علی کا ہاتھ پکڑے

داخل ہوتے ہیں۔ ساتھ ایک ملازم بھی ہے جس کے سر پر ایک ٹوکرا ہے، جس پر ہری ہری گھاس بچھی ہے۔ ملازم کے بدن پر معمولی کپڑے کا کرتا پاجامہ ہے، کھاروے کی صدری پہنے ہے، گلے میں تعویذ بندھا ہے،

(دوسرے سب کرداروں کے خدوخال اور لباس ابتدائی صفحات میں بیان کر دئے گئے ہیں)

غالب :- (ٹوکرے کو دیکھتے ہوئے) بھئی یہ کیا ہے،

نبی بخش :- جی آم ہیں۔

غالب :- اچھا۔ میں سمجھا کچھ اور ہے، فیضِ خاص نہیں لطفِ عام ہے۔ ہر بند جام نہیں، آم ہیں۔

(ملازم ٹوکرا نیچے رکھتا ہے، مرزا غالب جھک کر ٹوکرے میں سے گھاس ہٹا کر ایک بڑا سا آم نکالتے ہیں)

غالب :- واہ وا واہ۔ سبحان اللہ، ایک ایک آم ایک ایک سربمہر گلاس سمجھئے، لیکور سے، (Liqueur) بھرا ہوا اور پھر کس حکمت سے بھرا ہے کہ سر گلاسوں میں سے ایک قطرہ نہیں گرا۔

نبی بخش :- جی یہ لیکور کیا ہے۔

غالب :- تم نہیں جانوگے، لیکور، ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب، اور طعم کی ایسی میٹھی جیسے قند کا قوام تپلا۔

نبی بخش :- خوب۔

غالب :- دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے، ہاں فرہنگ

سردری میں ہو تو ہو مگر بھائی میں تمھاری اس تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ (ملازم چلا جاتا ہے)

نبی بخش :- فواکہ میں آم آپ کو نہایت مرغوب ہیں، اس لئے ....

غالب : بے شک سچ کہتے ہو، میرے دوست دور دور سے عمدہ عمدہ آم بھیجتے ہیں، میں خود تقاضا کر کے منگواتا ہوں۔ بازار سے خریدتا ہوں۔ مگر کبھی آموں سے نیت سیر نہیں ہوتی۔

(آم ٹوکرے میں رکھ دیتے ہیں، نیاز علی ٹوکرا اٹھا کر دائیں جانب (اندر) لے جاتا ہے)۔

غالب :- میرے نزدیک آم میں دو باتیں ہونی چاہئیں۔

نبی بخش :- جی کون کون سی،

غالب :- میٹھا ہو اور بہت ہو۔۔۔ (سب ہنستے ہیں)

غالب :- آؤ بھئی بیٹھو،

مرزا غالب، مجروح، نبی بخش اور حافظ تالین اور فرش پر بیٹھ جاتے ہیں۔

نبی بخش :- قبلہ یہ میرے آگرے کے دوست ہیں، حافظ نذر علی تاج گنج میں رہتے تھے، اب میرے ساتھ "کول" میں ہیں جہاں میں ملازم ہوں، آپ کی بیسیوں غزلیں ورد زبان ہیں اور آواز بھی خوب ہے۔

غالب :- بھئی حفیظ تمھارا ہی تو شعر ہے :- ذکر میں ذکر اپنا کعبہ میں بیاں اپنا
ایک ہم ہیں اور چاہے کہاں کہاں اپنا

نبی بخش :- جی بے شک، یہ آپ سے ملنے اور آپ کو آپ ہی کا کلام سنانے کے مشتاق ہیں۔

غالب :- خوب کس منھ سے شکر کیجئے اس لطفِ خاص کا۔

نذیر علی :- نہایت عمدہ آواز میں گاتا ہے :-

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے

پھر چاہتا ہوں .... نامہ دلدار کھولنا
جاں نذرِ دل فریبیٔ عنواں کئے ہوئے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
سرمہ سے تیز دشنۂ مژگاں کئے ہوئے

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے

(بجر دتح انہ ر نبی بخش سر دھن رہے ہیں مرزا غالب سر جھکائے

خاموش سُن رہے ہیں،

غالب :- سبحان اللہ، حافظ جی خوب،

(حافظ نذیر علی تسلیمات بجالاتا ہے)

غالب :- پچھلی عید پر حضور بادشاہ سلامت نے، جب میں قصیدہ لکھ کر لے گیا تھا، بڑی قدر افزائی فرمائی، جب میں قصیدہ پڑھ چکا تو ارشاد ہوا کہ مرزا تم پڑھتے خوب ہو۔

مجروح :- سبحان اللہ۔

غالب :- خدا نے میری بےکسی اور تنہائی پر رحم کیا اور ایسے شخص کو میرے پاس بھیجا جو میرے زخموں کا مرہم اور میرے درد کا درماں اپنے ساتھ لایا ہے، اور جس نے میری اندھیری رات کو روشن کر دیا، اس نے اپنی باتوں سے ایک ایسی شمع روشن کی جس کی روشنی میں، میں نے اپنے کلام کی خوبی کو جو تیرہ بختی کے اندھیرے میں خود میری نگاہ سے مخفی تھی، دیکھی، میں حیران ہوں کہ اس فرزانۂ یگانہ ۔۔۔۔۔۔

مجروح :- یعنی حضرت ؟

غالب :- یعنی منشی نبی بخش کو کس درجہ کی سخن فہمی اور سخن سنجی عنایت ہوئی ہے، حالانکہ میں شعر کہتا ہوں اور شعر کہنا جانتا ہوں مگر جب تک میں نے ان بزرگوار کو نہیں دیکھا یہ نہیں سمجھا کہ سخن فہمی کیا چیز ہے اور سخن فہم کس کو کہتے ہیں۔

مجروح :- جی۔

غالب :- مشہور ہے کہ خدا نے حُسن کے دو حصے کئے، آدھا یوسف کو

رہا اور آدھا تمام بنی نوع انسان کو، کچھ تعجب نہیں کہ فہم سخن اور ذوقِ معنی کے بھی دو حصے کئے گئے ہوں، آدھا نبی بخش کے اور آدھا تمام دنیا کے حصے میں آیا ہو۔

(منشی نبی بخش سر جھکائے بیٹھے ہیں)

مجروح :- سبحان اللہ۔

غالب :- میاں مجروح زمانہ اور آسمان بیر اکیسا ہی مخالف ہو، میں اس شخص کی دوستی کی بدولت زمانے کی دشمنی سے بے فکر ہوں اور اس نعمت پر دنیا سے قانع۔

مجروح :- سبحان اللہ، سبحان اللہ،

نبی بخش :- حضور جو نہیں سمجھتے نہیں سمجھتے، میرے حقیر خیال میں آپ کے سارے اشعار ایسے تہ دار ہیں کہ لہجے کی تبدیلی یا طبیعت پر زور دینے سے ایک ایک شعر کے کئی مطلب برآمد ہوتے ہیں، اور جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے۔

غالب :- گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا تھا، ان ہی دنوں فارسی میں کچھ شعر نازل کئے تھے، جب میں نے وہ شعر اپنے استاد شیخ معظم کو سنائے تو انھوں نے کہا یہ کیا مہمل ردیف اختیار کی ہے، ایسے بے معنی شعر کہنے سے کچھ فائدہ نہیں،

نبی بخش :- جی۔

غالب :- میں اس وقت تو یہ سن کر چپ ہو رہا، ایک دن ملا ظہوری کے کلام میں ایک شعر نظر پڑ گیا جس کے آخر میں وہی ردیف تھی جو میں نے غزل میں استعمال کی تھی، وہ کتاب لے کر دوڑا دوڑا میں اپنے استاد کے

پاس پہونچا اور وہ شعر دکھایا استاد شیخ معظم شعر دیکھ کر حیران رہ گئے اور بولے تم کو شعر و ادب سے خدا داد مناسبت ہے، تم ضرور فکر شعر کیا کرو اور کسی کے اعتراض کی کچھ پروانہ کرو۔

نبی بخش :- اسی لئے آج مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعر نغز گو و خوش گفتار

حافظ نذیر علی :- (ایک دوسری غزل شروع کرتا ہے) آہ کو چاہیئے ایک عمر اثر ہونے تک۔

غالب :- (بے چین ہو کر) نہیں نہیں نہیں، خدا کے لئے یہ غزل نہ چھیڑو۔

(حافظ نذیر علی چپ ہو جاتا ہے، سب خاموش ہیں، مرزا غالب اٹھ کر سر جھکائے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگتے ہیں)

دائیں جانب سے کلیان نہایت چمکدار چاندی کا حقہ مع پیچوان لاتا ہے، اور ایک طرف رکھ کر چلا جاتا ہے)

(پس منظر)

("چاندنی" کی آواز ابھرتی ہے)

چاندنی :- آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

(پھر آواز آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے)

(مرزا غالب حقہ کے قریب گاؤ تکیہ سے لگ کر بیٹھ جاتے ہیں، اور پیچوان سنبھال کر کش لیتے ہیں)

(فکر میں غرق ہیں، میر مہدی مجروح اٹھتے ہیں)

غالب :- دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

مجروح :- اب اجازت دیجئے،

غالب :- جاؤ گے -

نبی بخش :- ہمیں بھی اجازت دیجئے -

غالب :- اچھا بھئی -

(نبی بخش، مجروح اور حافظ نذیر علی بائیں جانب بڑھتے ہیں مرزا غالب بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور محراب سے شمعدان لے کر بائیں جانب چلتے ہیں)

نبی بخش :- قبلہ آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں، ہم اپنا جوتا پہن لیں گے،

غالب : (مسکراتے ہیں) میں آپ کا جوتا دکھانے کو شمعدان نہیں لایا بلکہ اس لئے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن جائیں

(فضا پھر قہقہہ بدوش ہو جاتی ہے)

(سب رخصت ہوتے ہیں)

مرزا غالب شمعدان لئے واپس ہوتے ہیں کہ بائیں جانب چھم چھم سنائی دیتی ہے، وہ پھر بائیں جانب جاتے ہیں، اور ادھر ادھر دیکھ کر واپس آجاتے ہیں پھر شمعدان محراب میں رکھ دیتے ہیں۔

چھم چھم قریب آتی ہے تو مرزا غالب گھوم کر بائیں جانب

دیکھتے ہیں، دہاں زرد رنگ کا لمبی آستینوں کا کرتا، سرخ گلبدن کا پاجامہ، کالے مخمل کی صدری اور دھانی دوپٹہ اوڑھے اس طرح کہ دوپٹہ کا گھونگھٹ نکلا ہوا ہے" چاندنی" کھڑی ہے۔

غالب :- (حیرت سے) چاندنی۔

چاندنی :- جی۔

غالب :- تم یہاں؟

چاندنی :- کیوں میں یہاں نہیں آسکتی۔

غالب :- وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

چاندنی :- یقین تو نہیں آتا نا۔

غالب :- بالکل نہیں، آؤ بیٹھو۔

(چاندنی آہستہ آہستہ ادا سے چلتی غالب سے کچھ دور گاؤ تکیہ سے لگ کر بیٹھتی ہے)

چاندنی :- دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا

غالب :- سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

چاندنی : (نہایت آہستہ)

گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط
شعلہ خس میں جیسے خوں رگ میں نہاں ہو جائے گا
(انکھیوں سے مرزا غالب کی طرف دیکھتی ہے)

غالب :- بنا ہے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

چاندنی :- (مسکراتی ہے)

غالب :- چاندنی۔

چاندنی :- جی

غالب :- ہمارے گھر جو شب ماہ گزری تھی وہ میں تا دم زیست فراموش نہیں کر سکتا ہائے وہ دن ۔۔

چاندنی :- وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز ماہ و سال کہاں

غالب :- تم کہاں چلی گئی تھیں۔

چاندنی :- کون میں ؟

غالب :- ہاں ۔

چاندنی :- میں تو کہیں نہیں گئی تھی، دیکھئے اب بھی آپ کے سامنے بیٹھی ہوں

غالب :- پھر اتنے برسوں بعد۔

چاندنی :- (ہنستی ہے)

غالب :- تم نے اس رات میری وہ غزل کس ادا سے سنائی تھی اکسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو۔

چاندنی :- نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منھ میں زباں کیوں ہو۔

غالب :- آج پھر سناؤ گی۔

چاندنی :- ہاں

غالب :- تو پھر سناؤ :-

چاندنی :- (گاتی ہے)

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منھ میں زباں کیوں ہو
وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو
قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو
یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں
عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو
نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پہ مہرباں کیوں ہو

چاندنی :- آپ کے اشعار میں بے حد دکھ اور بلا کا غم ہے ،

غالب :- نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

چاندنی :- خوب ، سبحان اللہ !

(مرزا غالب چاندنی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں)
(کسی کے پیروں کی آہٹ ہوتی ہے) (چاندنی ہاتھ چھڑا لیتی ہے)

چاندنی :- کوئی آرہا ہے۔ (اُٹھ کھڑی ہوتی ہے)

غالب :- سنو تو۔

چاندنی :- میں چلتی ہوں۔ (غالب بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

(چاندنی جلدی جلدی دائیں جانب چلی جاتی ہے)

(بائیں جانب سے نیاز علی آتا ہے)

غالب :- نیاز علی۔

نیاز علی :- حضور حکیم محمود خاں آئے ہیں۔

غالب :- (سر جھکا کر تخت پر بیٹھ جاتے ہیں) حکیم صاحب سے کہو تشریف لائیں

(حکیم محمود خاں سر سے پاؤں تک سفید لباس پہنے داخل ہوتے ہیں۔

(تفصیل ابتدائی صفحات میں درج ہے)

غالب :- حکیم صاحب بڑے برے وقت آئے،

حکیم محمود خاں :- برے وقت، وہ کیسے میں تو روز اسی وقت آتا ہوں۔

غالب :- ابھی ابھی وہ ماہ رو میرے گھر تھا، آپ کی آہٹ پا کر چلا گیا۔

حکیم محمود خاں :- ماہ رو ـــــ کون؟

غالب :- چاندنی۔

حکیم محمود خاں (حیرت سے) چاندنی؟ چاندنی اور یہاں؟

غالب :- ہاں یہاں، میرے پاس،

حکیم محمود خاں: کیا کہتے ہیں آپ، اسے مرے تو آج کئی برس گزر گئے۔

غالب :- اب میں آپ سے کیا کہوں،

(حکیم محمود خاں اپنا ہاتھ مرزا غالب کے ماتھے پر رکھتے ہیں)

حکیم محمود خاں:- بدن تو پھنک رہا ہے، آپ کو تیز بخار ہے۔

غالب:- بخار ---؟

حکیم محمود خاں:- بڑے زور کی تپ چڑھی ہے، آپ لیٹ جائیے، (پکارتے ہیں) نیاز علی (مرزا غالب لیٹ جاتے ہیں، حکیم محمود خاں نبض دیکھ رہے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

ایکٹ (۵)

منظر

مرزا غالب کے مکان کے مردانہ حصے کے دالان کا ایک گوشہ، پندرہ فروری ۱۸۶۹ء دہنی جانب اوٹ ہے، وسط میں تخت پر اُجلی چاندنی اور قالین کا فرش ہے مرزا غالب نہایت ضعیف مرزا تخت پر لیٹے کراہ رہے ہیں۔ ایک طرف حکیم محمود خاں ہیں دوسری طرف حکیم احسن اللہ خاں، لباس، دونوں کے ملتے جلتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک بہت بڑے سبز رنگ کی انگوٹھی حکیم احسن اللہ خاں پہنے ہوئے (تفصیل ابتدائی صفحات بعنوان نام، خدو خال اور لباس ملاحظہ فرمائیے)

پائینتی کلیان اور نیاز علی سر جھکائے کھڑے ہیں تخت کے پاس ہی نواب ضیاء الدین احمد خاں کھڑے ہیں)

غالب :۔ (کراہتے ہوئے) آہ — کون، اے جناب میرن صاحب السلام علیکم، حضرت آداب، کہو صاحب آج اجازت ہے، میر مہدی مجروح کے خط کا جواب لکھنے کی۔

حکیم احسن اللہ خاں :۔ بخار بے حد تیز ہے۔

غالب :۔ صاحبقران ثانی حضرت شاہ جہاں نے اپنے درباری شاعر کلیم کو سیم و زر اور لعل و گوہر سے تلوایا تھا میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ زیادہ نہیں تو آپ سخن سنج حضرات کو حکم دیں کہ وہ ایک بار میرے کلام کو ہی کلیم کے کلام کے ساتھ تولنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ — آہ —

شہرتِ شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن۔

حکیم محمود خاں:۔ کل چودہ فروری ۱۸۶۹ء کے "اکمل الاخبار" اور "اشرف الاخبار" دونوں میں میرزا صاحب کا بیان چھپا ہے کہ میرے احباب میرے حال سے اطلاع پائیں، دوستوں کی خدمت گزاری سے میں کبھی قاصر نہیں رہا، اور خوش دلی و خوشنودی سے کام کرتا رہا اب جبکہ نکما ہو گیا، نہ حواس باقی نہ طاقت، پھر اب کیا کروں،

ضیاء الدین احمد:۔ جی ہاں، میں نے پڑھا ہے، لکھوایا ہے کہ اگر کسی صاحب کو میری طرف سے کچھ رنج و ملال ہو تو خالصاً للہ معاف فرمائیں، اگر جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلب گار ہوتا، اب جو بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں تو مغفرت کا خواہاں ہوں۔

حکیم حسن اللہ خاں:۔ چار پانچ سال پہلے سارے بدن پر پھوڑوں نے انھیں آگھیرا تھا، جتنا خون بدن میں تھا سب پیپ ہو کر نکل گیا۔

حکیم محمود خاں:۔ برس بھر پہلے تو قولنج کا بھی سخت حملہ ہوا تھا،

حکیم احسن اللہ خاں:۔ سن کہاں ہے جواب دم صالح کی تولید ہو، خود مجھ سے کہتے تھے آٹھویں رجب ۱۲۱۲ کو پیدا ہوا تھا، اس آٹھویں رجب ۱۲۸۴ کو بہتر برس پورے ہو گئے، تہتر ویں برس میں قدم رکھ چکا ہوں۔

غالب:۔ کلیان

کلیان:۔ جی حضور

غالب:۔ میرزا جیون بیگ کو بلاؤ۔

ضیاء الدین احمد:۔ عارف کے لڑکے کو پوچھتے ہیں۔

غالب :۔ اور بگا بیگم کی دختر کو بھی۔

کلیان :۔ جی حضور۔

(اچانک "چاندنی" کی آواز ابھرتی ہے)

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک

غالب :۔ آہ: مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لائے میرے بالیں پہ اسے پر کس وقت

کلیان :۔ حضور اطلاع گئی ہے، کچھ دم میں آیا چاہتے ہیں۔

غالب :۔ آہ ۔ دم واپسیں برسر راہ ہے۔
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے اللہ ۔۔ اللہ

(اٹھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر گر پڑتے ہیں)

(گردن ڈھلک جاتی ہے)

حکیم احسن اللہ خاں :۔ (چادر کھینچ دیتے ہیں) (انا للہ و انا الیہ راجعون)

(اوٹ کے پیچھے سے چیخ سنائی دیتی ہے)

حکیم محمود خاں :۔ رشک عرفی و فخر طالب مُرد
اسد اللہ خاں غالب مُرد

پس منظر

چاندنی دردناک لے میں گا رہی ہے

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

سب سر جھکائے آنسو بہا رہے ہیں۔

چاندنی کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ (پردہ گرتا ہے)

ڈرامہ لکھنے سے قبل مندرجہ ذیل کتب رسالہ جات میرے زیرِ مطالعہ رہے

۱۹- بہادر شاہ ظفر — امداد حسین

۲۰- سافولی

۱- یادگارِ غالب — حالی

۲- آبِ حیات — محمد حسین آزاد

۳- ذکرِ غالب — مالک رام

۴- تلامذۂ غالب — ″

۵- خطوطِ غالب — ″

۶- نادر تحریریں — خلیق انجم

۷- غالب — خورشید الاسلام

۸- مطالعۂ غالب — اثر لکھنوی

۹- مکاتیبِ غالب — امتیاز علی عرشی

۱۰- اُردوئے معلیٰ — غالب

۱۱- عودِ ہندی — ″

۱۲- شرح دیوانِ غالب — جوش ملسیانی

۱۳- غالب — شوکت سبزواری

۱۵- غالب نامہ — شیخ محمد اکرام

۱۶- احوالِ غالب — مختار الدین آرزو

۱۷- افکارِ غالب — خلیفہ عبدالحکیم

۱۸- غالب شناسی — ظ۔ انصاری

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد کی جانب سے شائع شدہ میرے چودہ ڈراموں کا مجموعہ جس میں ذوق غالب اور مومن پر ڈرامے ہیں۔

رسائل

نگار

علی گڑھ میگزین

آج کل

ادبی دنیا

مجلس کے دوسرے متعلقہ